بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محدث
دہلی

جلد ۱ | ماہ شوال المکرم ۱۳۵۲ھ مطابق فروری ۱۹۳۴ء | نمبر ۱۰

کتب خانہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

دعوت خالصہ[1]

مترجمہ ——————— عبدالحلیم ناظم مدیر محدث

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۔ **ترجمہ** وہی خدا ہے جو تمکو خشکی اور تری میں چلاتا ہے یہانتک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں انہیں خوشگوار ہوا کے ساتھ لیجاتی ہیں اور وہ اس سے خوش رہتے ہیں کہ آجاتی ہے ان کشتیوں کے پاس تیز ہوا اور ہر جگہ سے ان لوگوں کے پاس طوفان آجاتا ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ طوفان نے ان کو گھیر لیا تو اس وقت اللہ کو خالص اطاعت کے ساتھ پکارتے ہیں (وہ کہتے ہیں) اے خدا اگر تونے ہمکو اس (مصیبت) سے نجات دی تو ہم ضرور تیرا شکریہ ادا کرنیوالوں میں ہوجائینگے۔

انسان پر دنیا میں مصیبتوں کا اترنا کوئی تعجب خیز چیز نہیں۔ لہذا جس وقت دنیوی عذاب اور مصائب انسان کو اس طرح گھیر لیں کہ اس سے نجات پانی دشوار ہو تو اس وقت انسان کیلئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کو نہایت خلوص قلب سے پکارے اور اپنی تمام اطاعت و فرمانبرداری صرف اسی کیلئے خاص کردے۔ ایسے آڑے وقت میں خدا کے ایک پاک بندے کو چاہیئے کہ خدا کے سوا کسی ولی، شفیع، مقابل اور شریک کی طرف ہرگز متوجہ نہ ہوں۔ اللہ ہی لائق استمداد ہے اسکے علاوہ کسی اور سے مدد چاہنا بالکل درست نہیں۔ ان مصائب کے وقت یوں کہنا چاہیئے کہ اے خدا اگر تونے اس ہلاکت یا طوفان باد و باراں سے نجات دی تو ہم مومنوں کی جماعت میں ہوکر تیری نعمتوں کا پرخلوص شکریہ ادا کریں گے۔ ہم تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے اور نہ ہم کسی ولی اور کسی شفیع کو پکارینگے اور ہم اپنی کسی مصیبت دور کرانے کسی حاجت پوری کرانے میں نہ توتوں کی طرف توجہ کریں گے

[1] علامہ رشید رضا مصر کے مشہور متبع سنت فاضل ہیں۔ یہ مضمون انکی مشہور تفسیر المنار کا ایک مختصر حصہ یعنی آیت بالا کی مفید تفسیر کا ترجمہ ہے ۱۲ ناظم صدیقی ایڈیٹر

ولی، نبی اور فرشتوں کی طرف۔

اس آیت اور اس طرح کی دوسری آیتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین بھی مصائب اور دشواریوں کے وقت خدا ہی کو پکارتے مگر خدا کے ساتھ اپنے بتوں کو بھی شریک کر لیتے تھے۔ لیکن افسوس و تعجب تو ہے موجودہ زمانہ کے ان مسلمانوں پر جو ایک دو نمبر) لاالٰہ۔ اور بے شمار ہیں یہ لوگ۔ اپنے زعم فاسد میں ہر وقت و پریشانی کے وقت صرف اپنے مردہ معبودوں بدوی، رفاعی، دسوقی مقبولی اور جیلانی (پیران پیر) وغیرہم کو پکارتے ہیں۔ اس شرکیہ بیماری کے مریض بڑے بڑے ازہری حاملان جبہ و دستار ہی نہیں بلکہ خصوصیت سے بڑے بڑے مشاہد و معابد کے منتظمین جو اوقاف و نذرانوں پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور بھی اپنے اس شرک پر فخر و ناز کرتے ہیں۔ اور اس شرک کو توسل وغیرہ عربی الفاظ کا نام۔ بلکہ دور از کار تاویلات سے کام لیتے ہیں۔ میں نے مصر و شام میں اکثر لوگوں سے ایک قصہ سنا۔ جسکو وہ لوگ آپس میں بیان کرتے رہتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک جماعت نے سمندر کا سفر کیا۔ سمندر میں اتنا بڑا طوفان آگیا کہ وہ لوگ ڈوبنے لگے۔ ان میں ہر شخص نے اپنے اعتقاد کے موافق فریاد رسی شروع کی۔ کسی نے پکارا یا بدوی کسی نے یا رفاعی اور کسی نے کہا یا عبدالقادر جیلانی ...... وغیرہ ان میں ایک موحد شخص بھی تھا۔ اس کو لوگوں کا یہ شرک بہت برا معلوم ہوا۔ وہ چیخ پڑا۔ اے خدا: ڈبودے ڈبودے۔ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جو تجھکو پہچانے اور تجھسے مدد چاہے۔ اس مضمون کو نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے اپنی تفسیر فتح البیان میں آیت بالا کی شرح میں یوں بیان فرمایا ہے " اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ مخلوقات کی یہ فطرت ہے کہ اپنی مصیبتوں اور سختیوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ جو شخص مجبور و پریشان ہوکر خدا کو پکارتا ہے تو وہ اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو لیکن اس کی دعا قبول کرلی جاتی ہے۔ اس آیت میں یہ بیان ہے کہ مشرکین اس قسم کی پریشان کن اور خوفناک حالتوں میں بتوں کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے بلکہ خدا ہی کو پکارتے تھے۔ مگر افسوس و تعجب ہے ان مسلمانوں کی حالت پر جو اپنے کو مسلمان کہنے کے باوجود مُردوں کے متعلق عجیب عجیب اعتقادات و خیالات رکھتے ہیں جب ان پر سمندر میں کوئی مصیبت نازل ہو تو فوراً انہیں مردوں کا نام لیکر مدد کیلئے پکارینگے۔ اور اللہ تعالیٰ قادر مطلق کو خلوص کے ساتھ نہیں پکارینگے۔ یہ تو مشرکوں سے بھی گئے گذرے ہوئے۔ کیونکہ مشرکوں کا مصیبت کیوقت خدا ہی کو پکارنا یقینی طور پر ثابت ہے اور ان کا ایسے آڑے وقت میں اپنے پیروں اور شیخوں کو بلانا ظاہر ہے۔ ذرا غور کرو ان شیطانی اعتقادات نے مسلمانوں کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا۔ شیطان نے کتنے اسفل ترین غار میں ڈھکیل دیا ہے۔ دیکھو کہ شیطان نے ان پر مسلط ہوکر انہیں بت پرستوں سے بھی زیادہ اپنا فرمانبردار بنالیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سید محمود الوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں۔

کہ صرف اللہ تعالیٰ کو بغیر کسی قسم کا ترک کئے خلوص سے پکارو۔ کیونکہ انسانی فطرت ہے کہ جب انسان کو انتہائی خوف و دہشت طاری ہوتی ہے تو وہ اسی توحید کیطرف آجاتا ہے جس پر ہر شخص کی پیدائش ہوتی ہے۔ وہ سمجھ لیتا ہے کہ تمام تعریف صرف خدا کو ہے جو تمام جہان کی طبیعتوں میں جما ہوا ہے۔ ابن عباس کی ایک روایت ہے اور ایک دوسری حدیث امام ابوداؤد و نسائی نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہوئے بیان کی ہے۔ کہ جب فتح مکہ کا واقعہ ہوا تو عکرمہ بن ابی جہل بھاگ گیا۔ اور سمندر کا سفر شروع کیا۔ اثنائے سفر میں بڑے زور کی آندھی اور طوفان نے آگھیرا۔ کشتی والوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ خالص اللہ کو پکارو

اسوقت تمہارے دوسرے معبود کوئی نفع نہیں پہونچا سکتے۔ عکرمہ نے کہا اگر دریا میں سوائے خالص خدا کے اور کوئی نجات نہیں دیسکتا تو بلاشبہ خشکی میں بھی اسکے سوا کوئی چیز کسی طرح بچا نہیں سکتی اس نے دعا کی "اے خدا میں تجھسے عہد کرتا ہوں اگر تونے اس پیش آمدہ مصیبت سے نجات دی تو میں ضرور محمد (صلعم) کے پاس جاکر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدونگا (بیعت کرلونگا) مجھے امید ہے کہ میں انہیں معاف کرنیوالا اور بخشنے والا پاؤں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ بچکر آگئے اور اسلام لائے۔

ایک دوسری حدیث میں ابوملیکہ کی روایت سے یوں ہے کہ عکرمہ جب کشتی میں سوار ہوئے اور آندھی نے آگھیرا تو لوگ اللہ تعالے کو پکارنے اور اس کی توحید بیان کرنے لگے۔ عکرمہ نے کہا یہ کیا ہے؟ کشتی والوں نے کہا یہ وہ موقعہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نفع نہیں دیسکتا۔ عکرمہ نے کہا یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معبود ہے جسکی طرف وہ ہمیں بلاتے ہیں لہذا ہمیں اسی طرف لوٹنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ واپس آئے اور اسلام لے آئے۔

آیت مذکورہ سے صاف طور پر یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صرف دعا ہی کی تخصیص نہیں ہے بلکہ تمام عبادتیں بھی خدا ہی کے ساتھ خاص کرنی ضروری ہیں۔ اسلئے کہ جو لوگ خدا کی عبادت نہیں کرتے مگر بوقت مصیبت اسے پکارتے ہیں تو ان کو خدا کے مخلص بندے نہیں کہا جاتا چنانچہ اسی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین اپنی پریشانیوں میں خدا کے سوا کسی اور کو نہیں پکارتے تھے پھر بھی ان کو مخلص وموحد نہیں کہا گیا۔ اور آج کل تو یہ حالت ہے کہ جب لوگوں کو کوئی مصیبت سامنے آتی ہے اور پریشانیوں میں پھنستے ہیں تو خشکی میں ہوں یا دریا میں ایسی ذاتوں کو پکارتے ہیں جو انہیں کوئی نفع ونقصان نہیں پہونچا سکتی۔ بلکہ وہ ان کی پکار سنتی ہیں نہ انکو دیکھتی ہیں۔ چنانچہ کوئی تو خضر والیاس کو پکارتا ہے کوئی ابوالخمیس وعباس کو۔ کوئی کسی امام سے فریادرسی چاہتا ہے تو کوئی کسی شیخ سے۔ اور یہ بھی عجیب ہے کہ ان میں کسی خاص کو کوئی شخص معین نہیں کرتا بلکہ یکے بادیگرے کئی بزرگوں کو پکارتا ہے۔ اے کاش اگر یہ لوگ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے اور مدد کیلئے بلاتے تو ہر ہولناک سے ہولناک مصیبت میں نجات پاجاتے۔ اب بھلا بتلائیے اگلی جماعت جو مشرکوں کی تھی کم ازکم مصیبت میں خدا کو پکارتی تھی لیکن یہ آج کل کی جماعت جو اپنے کو علی الزعم مسلمان کہتی ہے ان دونوں فریق میں کون زیادہ ہدایت پر ہے بلاشبہ یہ تو پہلے سے بھی گئے گذرے ہیں۔ آہ خدا کے سوا اور کس سے گلہ کیجئے دراصل یہ وہ زمانہ ہے کہ اس میں جہالت کی ہوائیں ہر طرف چل رہی ہیں۔ گمراہی کی موجیں جوش میں آگئی ہیں شریعت کی کشتی پھٹ رہی ہے۔ غیر اللہ کو ذریعہ نجات سمجھ لیا گیا ہے۔ عارفوں پر امر بالمعروف دشوار ہورہا ہے۔ اور نہی عن المنکر کے سامنے ہلاکت کی دیواریں حائل ہوگئی ہیں"۔

میں کہتا ہوں "شہاب آلوسی رحمۃ اللہ کی مراد یہ ہے کہ یہ شرک عام لوگوں میں پھیل گیا ہے۔ بدعتی علماء وشیوخ اور منافق حکام عارفوں کو اس سے روکنے اور توحید خالص کا حکم کرنے نہیں دیتے بلکہ ایسی دشواریاں پہونچاتے ہیں جن سے علانیہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والوں کو ہلاکت وموت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ہم بھی مصر میں اس طرح علانیہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہیں کرسکتے تھے لیکن حکومت کے تفرنج کیوجہ سے عام مذہبی آزادی ہوچکی ہے اسلئے اسوقت اپنے مافی الضمیر کو پیش کرنے میں آسانی ہے۔ چنانچہ جب میں نے پہلی مرتبہ سنہ ۱۳۱۲ھ میں مسجد حسینی کے درس عام میں قرآن وحدیث کی سچی آواز بلند کی تو لوگ مجھ پر بُری طرح بھڑک کر پل پڑے اور بعض نے تو مجھکو اسی وقت قتل کردینا چاہا۔ اب میں شیخ الازہر اور رسالہ نورالاسلام کے ایڈیٹروں سے پوچھتا ہوں کہ مجھکو

توجو کچھ کہتے ہو کہتے ہی ہو۔ لیکن ذرا علامہ سید آلوسی اور علامہ صدیق حسن کے متعلق کیا کہتے ہو؟ بلا شبہ مشائخ ازھر کے اس رسالہ سے کوئی بعید نہیں کہ ان دونوں بزرگوں کے دین وعقیدہ پر بھی طعن کرنے لگے جسطرح اس رسالہ (نور الاسلام) نے امام شوکانی رحمہ اللہ کے دین پر جسکہ میں نے اپنی تفسیر میں ان کے کچھ اقوال ذکر کئے تھے طعن وتشنیع کی تھی۔

"اس آیت اور اسطرح کی دوسری آیتوں سے ایک انگریز کپتان کا ہدایت پانا"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کا ایک نسخہ کسی طرح ایک انگریز کپتان تک پہنچا دیا جو بڑے بڑے جہاز کو انگلستان اور ہندوستان کے درمیان سمندروں میں چلایا کرتا تھا۔ اس انگریز نے پورا ترجمہ بغور مطالعہ کرنا شروع کیا۔ چنانچہ آیت متذکرۂ صدر کا ترجمہ بھی دیکھا اسکو باوجود ترجمہ کے آیت کے سیاق وسباق کی بلاغت بڑی بھلی معلوم ہوئی۔ کیونکہ موسم گرما میں محیط ہندی میں سمندروں کے پرجوش طوفان کی وجہ سے بڑے بڑے جہاز کو دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔ لہذا وہ اس قسم کی تمام آیتوں میں جو دریاؤں میں اور سمندر کے متعلق قرآن میں موجود ہیں غور کرنے لگا۔ حالانکہ بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز جو اس زمانہ میں پائی جاتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ان کی کوئی نظیر نہ تھی۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ دریاؤں کے متعلق فرماتا ہے۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ - بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ - فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ - يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ - فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ - وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۔ (ترجمہ (اللہ تعالیٰ) نے دو دریا کو چلایا اس حال میں کہ ایک دوسرے سے مل رہے ہیں۔ انکے درمیان پردہ ہے جس سے وہ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے۔ پس اپنے رب کی کس نعمت کو تم لوگ جھٹلاتے ہو؟ ان دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔ پس اپنے رب کی کس نعمت کو تم جھٹلاتے ہو؟۔ اسی (اللہ) کیلئے چلنے والی کشتیاں ہیں جو دریا میں پہاڑوں کی طرح کھڑی کی ہوئی ہیں۔

کپتان نے اسی ترجمہ میں دیکھا کہ انگریز مترجم نے بعض علماء مسلمین کی مشہور تفسیروں سے کچھ بطور حاشیہ نقل کیا ہے یہ وہ تفسیریں تھیں جو عربوں کے تمام ممالک کے فتح کرنے اور دریاؤں پر غالب ہوجانے کے بعد لکھی گئی تھیں۔ دراصل جس طرح انگریز وغیرہ نے ان سابقین کے بعد دریافت کیا ہے کہ موتی اور مونگے شیریں اور کھاری ہر دو سمندروں سے نکلتے ہیں۔ اس دریافت کو وہ لوگ پہلے نہیں جانتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ موتی وغیرہ صرف کھاری سمندروں ہی سے نکلتے ہیں چنانچہ اسی بنا پر اگلے مفسروں نے اس آیت (یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان) کی یوں تاویل کردی کہ دونوں دریا کا جہاں پر ایک دوسرے سے سنگم ملتا ہے وہیں ان میں سے صرف ایک سے یہ چیزیں نکلتی ہیں۔

پھر کپتان نے ترجمہ دیکھتے ہوئے اس بات پر غور کیا کہ اس آیت میں اور ذیل کی آیت میں کشتیوں کو پہاڑ سے کیوں تشبیہ دی گئی ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومن آیاته الجوار فی البحر کالاعلام۔ ان یشأ یسکن الریح فیظللن رواکد علی ظهره ترجمہ۔ اور دریا میں پہاڑوں کی طرح کشتیاں اسی خدا کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اگر وہ چاہتا ہے تو ہوا کو ٹھہرا دیتا ہے پس وہ کشتیاں پشت دریا پر جمی ہوئی ہوجاتی ہیں۔

کپتان موصوف نے ان آیتوں میں خوب غور وفکر کیا۔ اس پر انکی بلاغت وحقیقت نے بہت زیادہ اثر کیا۔ اس نے قصد کرلیا کہ کسی ہندوستانی ساحل پر بعض مسلمانوں سے اسکے متعلق کچھ دریافت کرونگا۔ چنانچہ اس نے مسلمانوں سے پوچھا: کیا تم لوگ جانتے ہو

کہ تمہارے نبی محمد صلعم نے دریاؤں کا بھی کبھی سفر کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا نہیں صاحب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی اس قسم کی روایت نہیں آئی کہ آپ نے کبھی دریا کا بھی سفر کیا۔

اب کپتان مذکور کو یقین واعتقاد ہوگیا کہ قرآن مجید میں جو کچھ مذکور ہے وہ سب اس بزرگ نبی پر خدا تعالیٰ کیطرف سے نازل شدہ وحی ہے۔ پھر اسکے اعتقاد کو توحید وشریعت، تہذیب وتمدن کی ان آیتوں نے جو تمام تورات وانجیل سے عقل وفکر کے بالکل قریب اور ہر حیثیت سے کامل ہیں اور زیادہ مضبوط ومستحکم کر دیا۔ چنانچہ وہ انگریز کپتان اپنے علم وبصیرت کی وجہ سے اسلام سے مشرف ہوگیا اور ایک کافی عرصہ تک قرآن ہی کے ترجمہ سے جو کچھ اسنے سمجھا اسی کے مطابق عبادت کرتا رہا۔ یہانتک کہ اسنے سمندروں میں جہازرانی کا کام چھوڑ کر مصر میں اقامت اختیار کر لی اور خاصی عربی سیکھی۔ مصری فاضلوں کے ساتھ کامیاب زندگی بسر کی۔ ہاں یہ وہی کپتان تھا جسکو اسلام لانے کے بعد لوگوں نے مسٹر عبداللہ براؤن کے نام کے ساتھ جانا۔ خدا اس کو آرام جنت نصیب کرے۔ مصر میں ان کو جاننے والے اب بھی بہت موجود ہیں۔ میں نے خود ان سے ملاقات کی شناسائی حاصل کی تھی۔

جسوقت مرحوم کپتان سمندر میں جہازرانی کرتا تھا اسوقت قرآن سے سمجھکر وہ جس خضوع وخشوع اور قلبی توجہ سے نماز پڑھا کرتا تھا اسکے متعلق محترم استاذ امام (سید محمد عبدہؒ) فرمایا کرتے تھے کہ اسکی نماز جن ارکان وصورت کے ساتھ تھی وہ نماز کی حقیقی روح اور اصلی نچوڑ تھی۔ اسکی وہ پرخلوص نماز اللہ کی قبولیت وخوشنودی کیطرف ان رسمی نمازوں سے زیادہ قریب تھی جو صرف تقلیدی طور پر مخصوص صورت میں ادا کی جاتی ہیں مگر ادا کرنیوالوں کے دلوں میں خدا کی عظمت ووحدانیت کے تاثر کے ساتھ کبھی یہ کھٹک نہیں ہوتی کہ وہ درگاہ عالی میں اللہ کی طرف متوجہ ہیں اور اس سے سرگوشیاں کر رہے ہیں۔ سچ ہے "لاصلوٰۃ الا بحضور القلب"

(المنار۔ مصر)

دعوت محمدیہ

ایک مصری محقق عالم کا بصیرت افروز مقالہ۔

(مترجم عبدالغفار حسن رحمانی عمرپوری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مبارک حیات کے چالیس سال گذرنے کے بعد وہ کونسی چیز لائے تھے جسکی روشنی میں آپنے ظلمتکدۂ ارضی کو بقعۂ نور بنا دیا؟۔ اور آپ نے اپنی تیئیس سال کی مختصر زندگی میں کونسا انقلاب پیدا کیا؟

یہ دو سوال ہیں جن کا آج ہمکو جواب دینا ہے۔

آنحضرت صلعم وہ دین مبین لیکر آئے جو عقل وفطرت کے مطابق ہے۔ اسکے قوانین واحکام عالمگیر ودائمی ہیں۔ آپ اسی مذہب کے داعی ہوکر تشریف لائے جو عدل ومساوات کا حامی اور افراط وتفریط سے پاک ہے اور آپ ہی کی ذات گرامی کی وجہ سے عرب کے وحشی اور خونخوار بدووں میں اتحاد کی لہر پیدا ہوگئی اور ان کا منتشر شیرازہ یکجا ہوگیا۔ غرضیکہ آپ نے وہ عظیم الشان انقلاب پیدا کیا جسکی نظیر تاریخ عالم ہرگز نہیں پیش کر سکتی اور نہ پیش کر سکیگی۔